رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۲۵۴

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

روزنامہ

الفضل

لاہور

ٹیلیفون نمبر ۳۹۷۹

قیمت چندہ
سالانہ ۲۴ روپے
ششماہی ۱۳ "
سہ ماہی ۷ "
ماہوار ۲½ "

یوم سہ شنبہ خطبہ نمبر ۲۴
قیمت فی پرچہ ۱؎
۱۴ شوال ۱۳۷۱ھ

جلد ۴۱/۶ | ۸ وفا ۱۳۳۱ ھش - ۸ جولائی ۱۹۵۲ء | نمبر ۱۶۰

اخبار احمدیہ

ربوہ ۵ جولائی ۱۹۵۲ء - حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کی صحت کے متعلق آمدہ اطلاع مظہر ہے۔ کہ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے پیٹ میں درد ہے۔ احباب حضور کی صحت کاملہ و عاجلہ کے لئے دعا فرمائیں ؎

بسم اللہ الرحمن الرحیم — اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم — نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ
ھو الناصر

مساجد فتنہ کو پناہ نہیں دیتیں وہ فتنہ کو دور کرنے کیلئے بنائی گئی ہیں

— از حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالیٰ —

آجکل یہ سوال بڑے زور شور سے پیدا ہے کہ آیا حکومت کسی ایسے معاملہ میں دخل دے سکتی ہے جس کا فیصلہ یا جس کا انعقاد کسی مسجد میں ہوا ہو۔ اور آیا حکومت اگر ایسا کرے تو یہ تداخل فی الدین ہو گا یا نہیں؟ اس

سوال کے دو پہلو

ہیں۔ اول تو یہ کہ کیا مساجد میں منعقد ہونے والے جلسوں یا مساجد میں کئے گئے فیصلوں یا مساجد کی پناہ میں آنے والے لوگوں کو اسلامی شریعت نے قانون سے بالا سمجھا ہے۔ دوسرے یہ کہ کیا عقلاً یہ بات قابل قبول اور قابل عمل ہے؟ ان دونوں سوالوں کے جواب میں میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ

قرآن کریم میں

اللہ تعالیٰ نے سورۂ توبہ میں کچھ ایسے لوگوں کا ذکر کیا ہے۔ جنہوں نے حکومت وقت یعنی رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کی جماعت کے خلاف کارروائیاں کرنے کے لئے ایک مسجد تیار کی تھی۔ اور خود رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو اس میں آکر نماز پڑھنے اور دعا کرنے کی دعوت دی تھی۔ در حقیقت ان لوگوں کی غرض یہ تھی۔ کہ اس جگہ پر جمع ہو کر بعض سیاسی امور کا تصفیہ کریں۔ جو کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کی جماعت کے خلاف تھے۔ غالباً ان لوگوں کا خیال بھی آجکل کے احرار کی طرح کا تھا کہ جو امر مسجد میں طے کیا جائے وہ

قانون کی زد سے بالا

ہوتا ہے۔ اور جو کوئی اس معاملہ میں دخل اندازی کرے وہ مداخلت فی الدین کا موجب سمجھا جائے گا لیکن اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ان لوگوں کا ذکر کیا۔ اور ان کے اس فعل کو ناجائز قرار دیا۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ والذین اتخذوا مسجداً ضراراً و کفراً و تفریقاً بین المومنین وارصاداً لمن حارب اللہ و رسولہ من قبل۔ و لیحلفن ان اردنا الا الحسنیٰ واللہ یشھد انھم لکاذبون۔ لا تقم فیہ ابداً لمسجد اُسس علی التقویٰ من اول یوم احق ان تقوم فیہ۔ فیہ رجال یحبون ان یتطھروا واللہ یحب المطھرین۔ افمن اسس بنیانہ علی تقویٰ من اللہ و رضوان خیر امن اسس بنیانہ علی شفا جرف ھار فانھار بہ فی نار جھنم۔ واللہ لا یھدی القوم الظالمین۔ لا یزال بنیانھم الذی بنوا ریبۃً فی قلوبھم الا ان تقطع قلوبھم واللہ علیم حکیم (توبہ ع ۱۳) ان

آیات کا مفہوم

یہ ہے۔ کہ وہ لوگ جو کوئی مسجد بناتے ہیں۔ یا کسی مسجد کو اختیار کر لیتے ہیں۔ اس لئے کہ اس کے ذریعہ سے لوگوں کو نقصان پہونچائیں۔ اور نافرمانی کی تعلیم دیں۔ اور مسلمانوں میں تفرقہ پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ اور وہ لوگ جو کہ اللہ اور اس کے رسول کی خاطر لڑ رہے ہیں۔ ان کے لئے گھات میں بیٹھیں۔ اور ان کے اوپر حملہ کریں۔ اور بڑی شدت سے اللہ تعالیٰ کی قسمیں کھاتے ہیں۔ کہ ہم اپنے ان افعال سے

صرف نیکی اور بھلائی

چاہتے ہیں۔ اللہ گواہی دیتا ہے۔ کہ ایسے لوگ جھوٹے ہیں۔ اے خدا کے رسول تو ایسی مسجد میں مت کھڑا ہو۔ وہ مسجدیں جن کی بنیاد تقوے پر قائم کی گئی ہے۔ ابتدائی دن سے وہ زیادہ حقدار ہیں کہ تو ان میں کھڑا ہو۔ ان مسجدوں میں ایسے لوگ جاتے ہیں۔ جو کہ نفس کی پاکیزگی کو پسند کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ بھی پاکیزہ نفس لوگوں کو پسند کرتا ہے۔ کیا وہ لوگ جو کہ

مسجدوں کی بنیاد

اللہ تعالیٰ کے تقوے پر رکھتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی پر رکھتے ہیں وہ اچھے ہیں یا وہ لوگ جو کہ مسجد کی بنیاد ایک ایسی کھوکھلی زمین کے کنارے پر رکھتے ہیں جو کہ گرنے والی ہے۔ اور جو ان لوگوں کو دوزخ کی آگ میں گرا کر پھینک دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ظلم اور فساد کرنے والے لوگوں کو کبھی پسند نہیں فرماتا۔ جو لوگ اس قسم کی مسجدوں کی بنیادیں رکھتے ہیں (یعنی جن میں ضرر اور فتنہ کی کارروائیاں ہوتی ہیں) ان کی یہ تعمیر ہمیشہ ان کے دلوں میں شک و شبہات ہی پیدا کرتی رہے گی اور اللہ تعالیٰ بہت جاننے والا اور بہت حکمت والا ہے

ان آیات سے صاف ظاہر ہے کہ

مسجد اپنی ذات میں کسی شخص کو نہیں بچا سکتی

اگر مسجد میں کوئی برا کام کیا جائے گا۔ تو اس کو برا سمجھا جائے گا۔ اور اگر مسجد میں کوئی اچھا کام کیا جائے گا۔ تو اس کو اچھا سمجھا جائے گا۔ اگر مسجد اپنی ذات میں ہر ایک فعل کو بچا لیتی ہے۔ اور مسجد میں کیا جانے والا فعل مذہبی کہلاتا ہے تو پھر ماننا پڑے گا۔ کہ وہ منافق لوگ جن کا مذکورہ بالا آیات میں ذکر ہے۔ اور جو مسجد میں اسلامی سیاست کے خلاف منصوبے کرتے تھے۔ وہ بھی مسجد میں مجالس کرنے کی وجہ سے دینی افعال کرتے تھے۔ اور ہر قسم کی گرفت سے بالا تھے۔ بلکہ حکومت اگر ان کو پکڑتی تو مداخلت فی الدین کی مرتکب ہو جاتی تھی اور اس صورت میں نعوذ باللہ من ذالک رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر الزام آئے گا۔ کہ آپ نے جو مذکورہ مسجد کو گروا دیا اور اس کی جگہ پر کھاد کا ڈھیر لگوا دیا۔ یہ فعل نعوذ باللہ ناجائز کیا۔ پس تعجب ہے ان لوگوں پر جو علمائے اسلام کہلاتے ہیں۔ اور مسجد کے نام سے ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتے ہیں اور پبلک کو دھوکا دیتے ہیں۔ اگر

فعل کی نوعیت

کو دیکھے بغیر صرف مسجد کے نام سے کوئی فعل مذہبی ہو جاتا ہے۔ تو پھر یہ لوگ جنہوں نے قرآن کریم کی اس مذکورہ بالا مسجد میں انجمنیں اور جلسے کرنے شروع کئے تھے۔ انہیں کیوں حق بجانب نہ سمجھا جائے۔ مگر کیا کوئی مسلمان کہلانے والا ایسا خیال بھی کر سکتا ہے۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک درست فعل کرنے والے کو سزا دی۔ احرار اور ان کے ساتھی۔ یہ تو کہہ سکتے ہیں۔ کہ ہم نے جو فعل مسجد میں کیا وہ قانونی تھا۔ مسجد کے باہر بھی اگر وہ فعل ہم کرتے۔ تو اس پر گرفت کرنی ناجائز تھی۔ لیکن وہ یہ نہیں کہہ سکتے۔ کہ ہر فعل جو مسجد میں کیا جائے وہ مذہبی ہوتا ہے۔ اور اگر ہر فعل جو مسجد میں کیا جاتا ہے وہ مذہبی نہیں ہوتا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے۔ کہ وہ دنیوی ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ خلاف قانون ہو تو مسجد کے اندر کئے گئے ایسے فعل پر گرفت

ایڈیٹر:- روشن دین تنویر بی۔اے۔ ایل ایل بی

مسعود احمد پرنٹر و پبلشر نے پاکستان پرنٹنگ ورکس میں طبع کرا کر ۳ میکلیگن روڈ لاہور سے شائع کیا

بھی جائز ہوگی جیسے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ بالا مسجد میں فتنہ کرنے والے لوگوں پر گرفت کی اور ان کی مسجد کو توڑ دیا۔
یہ بھی کہا جاتا ہے کہ

مسجد کے اندر گرفتاریاں

کرنی مداخلت فی الدین ہے۔ اور اسی سے متاثر ہو کر حکومت پنجاب کے ہوم سیکرٹری نے ایک اعلان بھی کیا ہے۔ کہ ہم نے تو ہدایت دی ہوئی ہے کہ مسجد کے اندر کسی کو گرفتار نہ کیا جائے۔ لیکن احرار اور ان کے ساتھی علماء کا یہ دعوےٰ بھی بالکل غلط اور خلاف اسلام ہے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا اپنا فعل ان کے اس دعوے کے خلاف ہے۔ تمام کی تمام مساجد خانہ کعبہ اور مسجد نبویؐ کے نمونہ پر بنائی گئی ہیں۔ یعنی تمام مساجد ان کے اظلال ہیں۔ چونکہ ہر شخص خانہ کعبہ میں نہیں جا سکتا اور ہر شخص مسجد نبویؐ میں نہیں جا سکتا۔ اس لئے اجازت دی گئی ہے۔ کہ ان کی نقل میں ہر جگہ پر مسجدیں بنائی جائیں۔ پس کسی مسجد کو وہ فضیلت حاصل نہیں ہو سکتی۔ جو خانہ کعبہ کو یا مسجد نبویؐ کو حاصل ہے۔ اور کسی مسجد کو وہ حفاظت حاصل نہیں ہو سکتی۔ جو

خانہ کعبہ یا مسجد نبویؐ

کو حاصل ہے۔ لیکن رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے موقعہ پر گیارہ افراد کا نام لے کر فرمایا کہ کعبہ بھی ان لوگوں کو پناہ نہیں دے گا اگر یہ کعبہ میں بھی پائے جائیں۔ تو وہاں بھی ان کو قتل کر دیا جائے۔ بلکہ آپ نے یہاں تک فرمایا کہ اگر تم ان لوگوں کو خانہ کعبہ کے پردوں سے بھی لٹکا ہوا پاؤ۔ تو وہاں بھی ان کو نہ چھوڑو۔ (سیرت الحلبیہ جلد ۳ صـ۹۲) اب یہ علماء کہلانے والے لوگ مجھے بتائیں کہ کیا یہ مسجدیں جن میں وہ سازشیں کرتے ہیں۔ اور

حکومت کے احکام کے خلاف

کارروائیاں کرتے ہیں۔ یہ خانہ کعبہ سے زیادہ معزز ہیں؟ اگر بعض مجرموں کو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ میں بھی قتل کر دینے یا پکڑ لینے کا حکم دیتے ہیں۔ تو دوسری مسجدوں کی خانہ کعبہ کے مقابلہ میں کیا حیثیت ہے۔ کہ ان میں خلاف آئین کام کرنے والے لوگوں کو قانون سے آزادی ملنی چاہیئے۔ قرآن کریم تو صاف فرماتا ہے کہ مساجد

تقوےٰ کے قیام کے لئے

قائم کی گئی ہیں۔ نہ کہ قانون شکنی کے لئے۔ اگر مسجدیں قانون شکنی کے لئے ہیں تو پھر شیطان کے لئے تو کوئی گھر بھی بند نہیں رہتا۔ جن گھروں کو خدا تعالےٰ نے امن کے لئے تسکین کے لئے۔ روحانیت کے لئے۔ تقوےٰ کے لئے۔ تعاون کے لئے۔ اتحاد کے لئے بنایا تھا۔ ان گھروں کو مسلمانوں میں فتنہ ڈالنے کا ذریعہ بنانا۔ ان گھروں کو

حکومت سے بغاوت

کا ذریعہ بنانا۔ ان گھروں کو فتنہ و فساد کی بنیاد رکھنے کی جگہ بنانا تو ایک خطرناک ظلم ہے۔ ان افعال کے مرتکب کو مسجدوں میں پکڑنے والا مسجدوں کی بے حرمتی نہیں کرتا۔ وہ مسجدوں کی عزت کو قائم کرتا ہے۔ اور مسجدوں میں ایسے افعال کے مرتکب لوگ اول درجہ کے بزدل ہیں کہ حکومت کے ڈر کے مارے مسجدوں کی پناہ لینے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور خدا اور اس کے رسول کے نام کو بدنام کرنا چاہتے ہیں اور تقوےٰ کے مقامات کو فساد اور گناہ کی جگہیں بنانا چاہتے ہیں۔ ان کے پاس اس کے سوا کیا زور ہے کہ وہ عوام الناس کو بھڑکا رہے ہیں۔ لیکن عوام الناس کے مل جانے سے نہ قرآن بدل سکتا ہے۔ نہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیم بدل سکتی ہے۔ نہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا عمل بدل سکتا ہے۔ مگر مجھے یقین ہے کہ گو مسلمان عوام

تعلیم اسلام سے بے بہرہ

ہیں۔ مگر محبت اسلام ان کے دلوں میں باقی ہے۔ اور وہ اس دھوکے میں نہ آئیں گے۔ اور ان لوگوں سے پوچھیں گے۔ کہ شہید گنج کی مسجد کے سوال پر تو تم کو مسجد کی حرمت کا خیال نہ آیا۔ مگر اب مسجد کے نام سے اپنے آپ کو گرفتاری سے بچانے کی کوشش کرتے ہو۔ آخر اس کی کیا وجہ ہے۔ تعجب کی بات ہے کہ ایک عالم کہلانے والے صاحب نے

تاریخ اسلام میں سے ایک مثال

مسجد کی حرمت کی پیش کی ہے۔ انہوں نے ایک عباسی خلیفہ کا ذکر کیا ہے۔ کہ اس نے اپنی بیوی سے خفا ہو کر حکم دیا کہ شام سے پہلے پہلے وہ بغداد سے نکل جائے۔ اگر وہ نہ گئی تو اسے سزا دی جائے گی۔ لیکن بعد میں وہ اپنے حکم سے پچھتایا۔ اور اس نے علماء سے پوچھا کہ اب میں کیا کروں۔ سب علماء نے بے بسی کا اظہار کیا۔ لیکن امام ابو یوسف نے کہا کہ اس کا علاج تو آسان ہے۔ وہ مسجد میں چلی جائے۔ اس طرح وہ بچ جائے گی۔ میں ان عالم سے پوچھتا ہوں کہ کیا ہر چور اور ڈاکو اور قاتل اور زانی اگر مسجد میں چلا جائے تو اس کا پکڑا جانا ناجائز ہو جائیگا۔ کیا اگر کوئی شخص مسجد میں کھڑے ہو کر

اسلام اور اس کے شعائر

کو نعوذ باللہ گالیاں دینی شروع کر دے۔ تو اس کی گرفتاری ناجائز ہو جائے گی اور چونکہ آپ لوگوں کے نزدیک جو جگہ ایک دفعہ مسجد بن جائے۔ پھر وہ مسجد کی شرطوں سے باہر نہیں ہوتی۔ اگر کوئی شخص مسجد میں کھڑے ہو کر مسجد کی عمارت ہی کو گرانے لگ جائے۔ تو اس کو کوئی سزا نہیں مل سکتی۔ کیونکہ وہ مسجد میں کھڑا ہے۔ اور ایک دینی کام کر رہا ہے نعوذ باللہ من ذالک۔ امام ابو یوسف نے اگر یہ واقعہ صحیح ہے (جو بظاہر صحیح نہیں) تو بادشاہ کو ایک حیلہ بتایا ہے۔ کیونکہ جب بادشاہ اپنے کئے پر پچھتایا تو بادشاہ خود اس عورت کو بچانا چاہتا تھا۔ اس لئے مسجد میں جا کر وہ عورت قانون شکنی کی مرتکب نہیں ہوتی تھی۔ بلکہ وہ قانون بنانے والے کی مرضی کو پورا کر رہی تھی۔ پس ان دونوں باتوں کا جوڑ کیا ہے؟ اگر تو

امام ابو یوسف

یہ کہتے کہ مسجد میں گھس کے جو چاہے جرم کرے اس کی اجازت ہے تو بے شک ان کے فتوے کے یہ معنے لئے جا سکتے تھے۔ مگر وہ تو بادشاہ کی تائید میں ایک فتوےٰ پیش کرتے ہیں۔ اس کے خلاف فتوےٰ پیش نہیں کرتے۔ میں ان فتوےٰ دینے والے مفتیوں سے پوچھتا ہوں کہ اگر انہی مسجدوں میں اور ان کے جلسوں میں کھڑے ہو کر کوئی احمدی ان کے خلاف تقریر شروع کر دے۔ تو کیا وہ اس بات کے ذمہ وار ہیں کہ

مسجد میں کوئی فساد

نہیں ہوگا۔ اور کوئی اس آدمی کو مارے پیٹے گا نہیں اور کیا مسجد اس کو بھی پناہ دے گی جو احرار کے خلاف مسجد میں بولے۔ یا صرف ان احرار کو پناہ دے گی جو حکومت کے خلاف مسجد میں بولیں؟

یہ علماء یہ بھی تو سوچیں کہ اگر مسجد ہر عمل کو پاک کر دیتی ہے۔ تو جب پولیس مسجد کے اندر جا کر غیر آئینی کارروائی کرنے والے کو پکڑ لے تو یہ مسجد کے اندر کیا ہوا فعل کیوں دینی قرار نہ دیا جائے۔ آخر یہ امتیاز کہاں سے نکالا گیا ہے۔ کہ دوسرے لوگ مسجد میں کوئی بھی کام کریں تو وہ دینی ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر پولیس یا حکومت مسجد میں کوئی کام کرے تو وہ دینی نہیں ہوتا؟

آخر میں میں اس امر کی طرف بھی توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ

پاکستان کو بدنام کرنے کے لئے

ایک احراری اخبار نے لکھا ہے کہ قانون شکن لوگوں کو مسجد میں گرفتار کر کے پاکستان کی حکومت نے وہ ظالمانہ فعل کیا ہے کہ انگریزی حکومت نے بھی ایسا نہ کیا تھا۔ اول تو ہوم سیکرٹری صاحب پنجاب نے اس امر کی تردید کی ہے اور بیان دیا ہے کہ حکومت نے مسجد کے اندر گرفتار کرنے سے حکام کو روکا ہوا ہے۔ لیکن فرض کرو یہ صحیح ہو تو کیا احرار اس واقعہ کو بھول گئے ہیں۔ جب انگریزی حکومت نے مساجد میں گھس کر خاکساروں پر حملہ کیا تھا اور بہت سے لوگ زخمی ہوئے تھے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ انکا فعل اچھا تھا کیونکہ سارے واقعات میرے سامنے نہیں۔ لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ اپنے پاس سے ایک بات گھڑ کر اس کی بنا پر انگریزی حکومت کو پاکستان کی حکومت پر ترجیح دینا کیا محض فساد کی نیت سے نہیں ہے؟

مرزا محمود احمد ۳/۷/۵۲

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک دعا

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی جماعت کو ریویو آف ریلیجنز کی خریداری کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

”سوائے جماعت کے سچے مخلصو! خدا تمہارے ساتھ ہو۔ تم اس کام کے لئے ہمت کرو۔ خدا تعالےٰ آپ تمہارے دلوں میں القا کرے۔ کہ یہی وقت ہمت کا ہے۔ اب اس سے زیادہ کیا لکھوں۔ خدا تعالےٰ آپ لوگوں کو توفیق دیوے آمین ثم آمین“

(ریویو آف ریلیجنز ستمبر ۱۹۰۳ء) (وکیل التعلیم تحریک جدید)

ضروری اعلان

موصیوں کی سہولت کے لئے ہم نے ایک کارڈ چھپوایا ہے۔ جس پر موصی اپنے چندہ کا ایک سال کا پورا ریکارڈ رکھ سکتا ہے۔ اور یہ کارڈ دفتر ہذا سے مفت ملتا ہے۔ پریذیڈنٹ صاحبان کو چاہیئے کہ اپنی اپنی جماعت کے موصیوں کی فہرست بھیجکر دفتر ہذا سے یہ کارڈ منگوا لیں۔ اور موصیوں میں تقسیم کر دیں (سیکرٹری مجلس کارپرداز ربوہ)

خطبہ جمعہ نمبر ۲۴

اپنے اندر یہ روح پیدا کرو کہ تمہارا خدا تعالیٰ سے زندہ تعلق قائم ہو جائے

مذہب محبت کے اس تعلق کو مضبوط کرنے کا نام ہے جو انسان کو خدا تعالیٰ سے ہے

از حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ

فرمودہ ۲۰ جون ۱۹۵۲ء بمقام ربوہ

(مرتبہ: مولوی سلطان احمد صاحب پیر کوٹی واقف زندگی)

سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا: آج

رمضان کا آخری جمعہ

ہے۔ یہ رمضان ایسے موقعہ کا رمضان ہے کہ ۳۶ سال کے بعد ایسا سخت رمضان آئے گا۔ یعنی اس دفعہ رمضان عین ان دنوں میں آیا ہے جو کہ سال کے سب سے بڑے دن ہوتے ہیں اور عین ان دنوں میں روزے ہوئے ہیں جو کہ سال میں سب سے زیادہ گرم دن ہوتے ہیں۔ اس گرمی میں ان لوگوں کو چھوڑ کر جن کے قویٰ مضبوط ہیں اور جو اس گرمی میں وہ کام کرتے ہیں جس کا دوسرے لوگ خیال بھی نہیں کر سکتے۔ مثلاً مزدور ہیں وہ اس شدید گرمی میں لکڑیاں اینٹ اور گارا لاتے ہیں معمار ہیں وہ اس چلچلاتی دھوپ میں کام کرتے ہیں۔ ان کو چھوڑ کر کہ شاید وہ خدا تعالیٰ کی اور قسم کی مخلوق ہیں باقیوں کا حال میں نے دیکھا ہے گھر اور باہر ان کا ایک ہی حال ہے۔ مسجد میں میں نے دیکھا ہے لوگ گیلے تولئے اور گیلی چادر اوڑھے لیٹے ہوئے ہوتے ہیں۔ یہی حال گھروں میں ہے ایک شخص غسلخانہ سے نکلتا ہے تو دوسرا غسلخانہ میں داخل ہوتا ہے۔ چارپائیوں پہ لوگ پانی چھڑک چھڑک کر گذارہ کرتے ہیں۔ غرض اتنی شدید گرمی ہے اور اتنے لمبے دن ہیں کہ سال کے دوسرے دنوں میں اتنے شدید اور لمبے دن نہیں ہوتے پھر ان

شدید گرم اور لمبے دنوں

میں جن لوگوں کو روزے رکھنے کی توفیق ملی ہے یا اپنی معذوریوں اور مجبوریوں کے دن چھوڑ کر باقی دنوں کے روزے رکھنے کی توفیق انہیں ملی ہے ان کی یہ عبادت ۳۶ سال کی عبادتوں میں سے خاص عبادت ہے۔ درحقیقت یہ دن عام طور پہ انسان پہ ایک ہی دفعہ آتے ہیں۔ پندرہ سال کی عمر کو اگر بلوغت کی عمر سمجھ لیا جائے گو بلوغت کی اصل عمر ۱۸ سال کی ہوتی ہے لیکن اگر اسے ۱۵ سال ہی سمجھ لیا جائے تو اس کے معنے یہ ہیں کہ اس عمر کا انسان ۳۶ سال کے بعد ۵۱ سال کا ہوگا اور ہمارے ملک میں اوسط عمر ۲۶ سال ہے۔ گویا انسانوں کا ایک خاصہ حصہ ایسا ہوتا ہے کہ اگر وہ اس عمر میں جاکر بالغ ہوں جبکہ یہ موسم گذر چکا ہو۔ مثلاً جبکہ وہ ۱۳-۱۴ سال کے تھے تو ان پہ یہ موسم آیا اور جب وہ ۱۷-۱۸ سال کے تھے تو یہ موسم گذر چکا تھا۔ تو نصف کے قریب وہ لوگ نکلیں گے جن کو روزے نصیب ہی نہیں ہوں گے اور ایسے لوگ جن کو یہ روزے نصیب ہوں گے ان میں سے نصف وہ ہوں گے جن کو ایک دفعہ یہ

روزے نصیب ہوں گے

اور نصف میں سے نصف یعنی کل آبادی کا چوتھائی حصہ وہ ہوں گے جن کو دو دفعہ یہ روزے نصیب ہوں گے گویا ایک چوتھائی ایسے لوگ ہوں گے جن کو عمر میں صرف ایک دفعہ یہ روزے نصیب ہوں گے اور ایک چوتھائی ایسے لوگ ہوں گے جن کو عمر میں دو دفعہ یہ روزے نصیب ہوں گے اور یہ تو ظاہر ہی ہے کہ کروڑوں میں سے ایک انسان ہی ایسا ہوگا جس کو عمر میں تین دفعہ یہ روزے نصیب ہوں۔ کیونکہ ۳۶ کو تین سے ضرب دیا جائے تو ایک سو آٹھ سال بنتے ہیں اور اگر ایک شخص پندرہ سال کی عمر میں جاکر بالغ ہوا ہو تو اس کے معنے یہ ہیں کہ وہ ۱۲۳ سال کی عمر پائے۔ اور پھر اسے ایسی غیر معمولی طاقت حاصل ہو کہ اس کے لئے ایسی شدید گرمی میں روزے رکھنے ممکن ہوں۔ تب وہ تین دفعہ یہ روزے رکھ سکتا ہے ظاہر ہے کروڑوں اور اربوں میں ایسا کوئی ایک انسان ہی نکلے گا جو

۱۲۳ سال کی عمر

کو پہنچے اور پھر اس کے قویٰ بھی اتنے مضبوط ہوں کہ وہ ایسی شدید گرمی کے دنوں میں روزے رکھ سکے۔ کسی بڑے شہر میں بھی تلاش کیا جائے تو ۱۲۳ سال کی عمر کا ایسا انسان شاید کوئی نہ نکلے گا جو روزے رکھنے کی طاقت رکھتا ہو۔ میں نے دو آدمی ایسے دیکھے ہیں جنہوں نے اس قدر عمر پائی ہے۔ ان میں سے ایک دوست گجرات کے تھے وہ ایک دن مغرب کے بعد مجھے مسجد میں ملے اور کہا میں نے بیعت کرنی ہے۔ میں نے کہا آپ کہاں سے تشریف لائے ہیں۔ تو انہوں نے کہا میں لاہور سے آیا ہوں۔ میں نے کہا آپ کہاں کے رہنے والے ہیں۔ تو انہوں نے کہا میں گجرات کا رہنے والا ہوں لیکن اس وقت لاہور سے آیا ہوں۔ قادیان میں ابھی گاڑی نہیں آئی تھی۔ بٹالہ سے گاڑی کے اوقات میں یکے آتے تھے لیکن جس وقت وہ میرے پاس آئے وہ یکوں کا وقت نہیں تھا۔ میں نے کہا آپ یہاں کب پہنچے ہیں؟ تو انہوں نے کہا میں ابھی یہاں پہنچا ہوں۔ میں نے پھر کہا کہ یکوں کا تو یہ وقت نہیں آپ کیسے آئے ہیں؟ تو انہوں نے کہا میں پیدل آیا ہوں۔ میں نے کہا کیا آپ بٹالہ سے پیدل آئے ہیں؟ تو انہوں نے کہا نہیں میں

لاہور سے پیدل

آیا ہوں۔ میں نے کہا آپ لاہور سے کب چلے تھے تو انہوں نے کہا۔ میں صبح لاہور سے چلا تھا۔ میرا اندازہ یہ تھا کہ اس وقت ان کی عمر پچاس سال کی ہے میں نے کہا یہ عجیب بات ہے آپ کی پچاس سال کے لگ بھگ عمر ہے اور اتنا لمبا فاصلہ پیدل چل کر آپ آئے ہیں۔ انہوں نے کہا میری عمر پچاس سال کی نہیں ایک سو دس سال کی ہے۔ اب میں نے دل میں سوچا کہ یا تو یہ شخص جھوٹا ہے یا پاگل ہے۔ میں نے کہا آپ کہتے ہیں کہ میری عمر ۱۱۰ سال کی ہے لیکن آپ ۱۱۰ سال کے نظر نہیں آتے۔ انہوں نے کہا عمر تو میری ۱۱۰ سال کی ہی ہے۔ ہاں بعض لوگوں کے قویٰ مضبوط ہوتے ہیں میرے قویٰ مضبوط ہیں۔ پھر انہوں نے بتایا میں جوان تھا اور میں ایک مولوی صاحب سے جو بزرگ مشہور تھے پڑھا کرتا تھا کہ

مہاراجہ رنجیت سنگھ

پشاور کی طرف حملہ کے لئے گیا۔ اس کا خیال تھا کہ یہ لڑائی خطرناک ہوگی اور شاید میں پٹھانوں سے عہدہ برآ نہ ہو سکوں اس لئے وہ اس بزرگ کے پاس آیا جس سے میں پڑھا کرتا تھا اور کہا میں پشاور کی طرف جا رہا ہوں آپ میری کامیابی کے لئے دعا کریں چنانچہ اس نے میرے استاد صاحب کو ایک بھینس بطور تحفہ دی اور انہوں نے وہ بھینس مجھے دی اور کہا کہ اسے نہلا کر لاؤ۔ اس وقت میری عمر ۱۸ سال کی تھی۔ میرے لئے یہ بات نہایت حیرت کی تھی۔ بہرحال انہوں نے بیعت کی اور چلے گئے۔ کچھ عرصہ تک ان کے متعلق کوئی پتہ نہ لگا۔ ایک دفعہ اس علاقہ کے ایک دوست سے ذکر ہوا میں نے کہا میں خیال کرتا ہوں کہ وہ جھوٹا یا حواس باختہ شخص تھا۔ انہوں نے کہا وہ شخص سچا تھا وہ بیعت کر کے واپس گیا اور ۱۲۸ سال کی عمر میں فوت ہوا ہے۔ گویا ۱۷-۱۸ سال کے بعد وہ دوست فوت ہوئے اور غالباً یہ ملاقات کا واقعہ ۱۵ء یا ۱۶ء یا ۱۷ء کا ہے۔

پس ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں۔ لیکن یہ لوگ شاذ ہوتے ہیں پس یہ دن

خاص دن تھے

اور اب یہ دن ۳۶ سال کے بعد ہی آ سکتے ہیں۔ جن لوگوں کی عمریں اب چالیس سال کے قریب ہیں چھتیس سال کے بعد یا تو وہ زندہ نہیں ہوں گے اور یا اس قابل نہیں ہوں گے کہ اتنے شدید گرم دنوں میں روزے رکھ سکیں کیونکہ ۳۶ سال کے بعد ان کی عمر ۷۶ سال کی ہوگی اور اس عمر میں بیشتر حصہ لوگوں کا یا تو مر چکا ہوتا ہے یا ان کے قویٰ اتنے مضمحل ہو جاتے ہیں کہ وہ روزہ رکھنے کے قابل نہیں رہتے۔ ہاں جو نوجوان ہیں اور ان کی عمر ۱۷-۱۸ سال کی ہے اور انہیں اس سال روزے رکھنے کی توفیق ملی ہے ان کے لئے امکان ہے کہ وہ ۳۶ سال کے بعد ان دنوں میں روزے رکھ سکیں۔ کیونکہ ۳۶ سال کے بعد ان کی عمر ۵۳-۵۴ سال کی ہوگی۔

غرض یہ دن خاص تھے اور موسم نے انہیں اور بھی خاص بنا دیا تھا درحقیقت اس

موسم کی شدت

ایسی تھی کہ علاوہ روزوں کے انسانی دماغ بھی اس سے

متاثر ہوتے ہیں۔ بسا اوقات بعض چیزوں کے نام بھی یاد نہیں رہتے۔ کیونکہ شدت گرمی کی وجہ سے حواس پورے طور پر کام نہیں کرتے۔ اب غالباً تین دن اور باقی ہیں۔ بلکہ بعض لوگ کہتے ہیں۔ کہ اب صرف دو ہی دن باقی ہیں کیونکہ ان کے نزدیک چاند ایک دن بعد دیکھا گیا ہے اگر پہلی صورت ہے۔ تو یہ مہینہ لازماً انتیس ۲۹ دن کا ہوگا اور اس لحاظ سے عید پیر کے دن ہوگی۔ اور اگر چاند ایک دن بعد میں دیکھا گیا ہے۔ اور گزشتہ مہینہ تیس دن کا تھا۔ تو اٹھائیس روزوں کے بعد عید اتوار کو ہوگی اور اگر پہلا مہینہ انتیس ۲۹ دن کا تھا۔ تو یا اتوار کو یا پیر کو عید ہوگی۔ یہ ساڑھے تین دن جو باقی ہیں نصف دن جمعہ کا، ان میں ہمیں زیادہ سے زیادہ دعائیں کرنی چاہئیں۔ درحقیقت

مذہب نام ہے روحانیت کا

مذہب قشر اور چھلکے کا نام نہیں۔ مذہب محبت کے اس تعلق کو مضبوط کرنے کا نام ہے۔ جو انسان کو خدا تعالیٰ سے ہے۔ اگر انسان کو خدا تعالیٰ سے محبت نہیں۔ تو ساری باتیں زبانی کھیل ہیں اور کچھ نہیں۔ اگر انسان کو خدا سے محبت کا تعلق نہیں تو یہ نماز جو ہم پڑھتے ہیں۔ یہ روزے جو ہم رکھتے ہیں۔ یہ زکوٰۃ جو ہم دیتے ہیں۔ یہ حج جو ہم کرتے ہیں۔ یہ بنی نوع انسان کی خدمات جو ہم کرتے ہیں یہ چونکہ ساری کی ساری اظلال ہیں۔ پس اگر اصل چیز ہی نہیں۔ تو ظل کہاں سے آئیگا اگر کسی کو ظل اچھا لگتا ہے۔ تو لازماً وہ اصل کی طرف جائیگا تم کسی چیز کی تصویر دیکھتے ہو۔ تو وہ تصویر تمہارے اندر کیا جذبہ پیدا کرتی ہے

ایک اچھی تصویر

تم دیکھو گے کہ وہ تمہارے اندر پسندیدگی کا جذبہ پیدا کرے گی۔ بلکہ پسندیدگی کے جذبہ سے زیادہ تمہارے اندر یہ جذبہ پیدا ہوگا۔ کہ تم اس چیز کو خود دیکھو۔ جب کوئی شخص سوئٹزرلینڈ، امریکہ اور انگلینڈ وغیرہ ممالک کے نظاروں اور ان کی تہذیب کے نظاروں کی تصویریں دیکھتا ہے۔ تو اس کے اندر یہ جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ وہ یہ جگہیں خود جاکر دیکھے غرض جب انسان اظلال کو دیکھتا ہے۔ تو اس کی توجہ خود اصل کی طرف جاتی ہے۔ خلاً وہ نماز پڑھتا ہے جو اسے پسند ہے۔ وہ حج کرتا ہے جو اسے پسند ہے۔ وہ زکوٰۃ دیتا ہے جو اسے پسند ہے۔ وہ صدقہ و خیرات کرتا ہے جو اسے پسند ہے وہ قومی خدمات کرتا ہے۔ جو اسے پسند ہیں اور قربانی اور ایثار کا نمونہ دکھاتا ہے۔ جو اسے پسند ہے تو یہ

ساری چیزیں اظلال ہیں

صفات الٰہیہ کا۔ ان کی اور کوئی حیثیت نہیں۔ ان کی غرض محض یہ ہے۔ کہ ان اظلال کو دیکھ کر اصل کی طرف توجہ اور رغبت ہو۔ ایک ایسی چیز جو فنا ہونے والی ہے۔ جس کا حقیقی وجود کوئی نہیں وہ مقصود نہیں ہو سکتی۔ پس جب کہ حقیقت خدا تعالیٰ ہے۔ جو دائمی ہے۔ اور ازلی ابدی ہے۔ تو ان اظلال سے اس کی طرف جانے کی توجہ ہونی چاہیئے۔ یہ الگ بات ہے۔ کہ کسی کے دل میں خدا تعالیٰ پر یقین نہ ہو۔ لیکن

سوال یہ ہے

کہ اسے کسی نہ کسی چیز پر یقین تو ہوتا ہے۔ اگر خدا تعالیٰ نہیں۔ تو کیا چیز باقی رہ جاتی ہے۔ جس پر وہ یقین کرتا ہے۔ اگر ماحول۔ ابتداء اور آخر کو دیکھ کر کسی چیز کا وجود نظر نہیں آتا تو وہ سارا خیال اور وہم ہے۔ پس یا خدا تعالیٰ ہے یا سب کچھ محض وہم اور خیال ہے۔ اگر کسی شخص کو اظلال اصل چیز کی طرف توجہ نہیں دلاتے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ اس کے جذبات غیر طبعی ہیں۔ مثلاً اگر وہ کسی بڑے دریا کی تصویر دیکھتا ہے۔ اور وہ خیال کرتا ہے۔ کہ یہ کتنا بڑا دریا ہے۔ جو چکر کھاتا ہوا دور تک نکل جاتا ہے۔ اس سے آبشاریں نکلتی ہیں۔ اور وہ اسے نہایت پسند کرتا ہے۔ لیکن اس کے اندر یہ خواہش پیدا نہیں ہوتی۔ کہ وہ اس دریا کو اپنی شکل میں دیکھے۔ تو اس کی

پسندیدگی اور رغبت

غیر طبعی ہے۔ اگر اس کی پسندیدگی اور رغبت طبعی ہوتی۔ تو تصویر دیکھ کر اس کے دل میں یہ خواہش پیدا ہو جاتی۔ کہ کاش اسے اصل چیز کو دیکھنے کا موقعہ مل جائے۔

بعض دفعہ ایک طبعی خواہش بھی حد سے گذر جائے۔ تو عجیب معلوم ہونے لگتی ہے ایک دوست جو ابھی زندہ ہیں۔ ان کی عادت تھی کہ جب کبھی ان کے سامنے کسی چیز کا ذکر ہوتا۔ اور انہیں کہا جاتا۔ کہ چلو فلاں چیز دیکھیں مثلاً کوئی میچ ہے۔ یا کوئی اور نظارہ ہے۔ اور انہیں کہا جاتا کہ چلو فلاں میچ یا نظارہ دیکھ آئیں۔ تو طالب علمی کے وقت میں ان کی طرف سے ہمیشہ یہ جواب ملتا تھا۔ کہ وہ چیز دیکھنے کی کیا ضرورت ہے۔

قرآن کریم کہتا ہے

کہ ساری چیزیں جنت میں مل جائیں گی۔ اور جب ساری چیزیں جنت میں مل جائیں گی۔ تو یہاں دیکھنے کی کیا ضرورت ہے۔ یہ بھی تو یہ درست بات۔ لیکن یہ ایک طبعی جذبہ تھا۔ جو حد سے نکل گیا تھا۔ ایک ماں اور ماؤں سے زیادہ محبت کرتی ہے۔ تو ہم کہیں گے یہ طبعی جذبہ ہے۔ جو حد سے زیادہ بڑھ گیا ہے۔ لیکن اگر ایک غیر ماں ماں سے زیادہ محبت کرتی ہے۔ تو ہم اسے طبعی جذبہ نہیں کہتے بلکہ فریب یا فریب نفس کہتے ہیں مثل مشہور ہے۔ ماں سے زیادہ چاہے کٹنی کہلائے یعنی اگر ایک غیر ماں ماں سے زیادہ محبت کرتی ہے۔ تو وہ ٹھگ ہے۔ لیکن اگر ایک ماں دوسری ماؤں سے زیادہ محبت کرتی ہے۔ تو ہم اسے ٹھگ نہیں کہتے۔ بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ ہے تو یہ طبعی جذبہ لیکن اس جذبہ کے اظہار میں یہ عورت حد سے گذر گئی ہے۔ اور خائد بیمار ہے گویا غیر طبعی جذبہ ٹھگی کہلاتا ہے لیکن جب کوئی شخص کسی طبعی جذبہ میں حد سے گذر جاتا ہے۔ تو وہ ٹھگی نہیں کہلاتا۔ بلکہ ایسا ہونا۔ اس کی بیماری کی علامت ہوتا ہے۔ پس محبت الٰہی کا جذبہ اگر غیر طبعی ہو جائے۔ تو تمہاری جسمانی بیماری کی علامت تو کہلائے گا۔ لیکن یہ تمہاری روحانی بیماری کی علامت نہیں ہوگا۔ لیکن اگر باوجود نماز روزہ ادا کرنے کے خدا تعالیٰ کی محبت کا جذبہ تم میں پیدا نہیں ہوتا۔ تو یہ تمہاری روحانی بیماری اور منافقت کی علامت سمجھا جائے گا

خدا تعالیٰ کی محبت

خدا تعالیٰ پر یقین اور وثوق پیدا کرنا اور اس سے ملنے کی کوشش کرنا ایک طبعی جذبہ ہے لیکن کتنے نوجوان ہیں۔ جو ایسا کرنے کی کوشش کرتے ہیں جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعویٰ فرمایا تھا۔ اس وقت ہر انسان کا ایک ہی مقصد تھا۔ کہ وہ آپ کے ذریعہ خدا تعالیٰ کو ملے گا۔ وہ لوگ آگے بڑھتے تھے۔ کیونکہ ان میں سے ہر ایک یہ سمجھتا تھا۔ کہ اگر کسی چیز نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دوسرے علماء پر امتیاز دیا ہے تو وہ یہی چیز ہے کہ آپ کی پیروی کرنے سے خدا ملتا ہے۔ مسائل دوسرے علماء بھی جانتے ہیں۔ اگر آپ کی وجہ سے کوئی فرق پیدا ہوا ہے۔ تو وہ یہی ہے۔ کہ آپ کی پیروی سے خدا تعالیٰ ملتا ہے۔

آپ کا دعویٰ ہے

کہ خدا تعالیٰ کو ملنے کا دروازہ کھلا ہے۔ بند نہیں۔ لیکن اب کتنے نوجوان ہیں۔ جو خدا تعالیٰ کو ملنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جتنا وقت دور ہوتا جاتا ہے۔ لوگوں سے یہ خواہش مٹتی جاتی ہے حالانکہ چاہیئے یہ تھا۔ کہ ہمت اور کوشش سے اس جذبہ کو ابھارا جاتا۔ اگر ایسا نہیں کیا جاتا۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا آنا بھی بیکار ہے۔

پس ان دنوں میں دعائیں کرو۔ نوجوان اپنے اندر یہ روح پیدا کریں کہ

خدا تعالیٰ کا زندہ تعلق

حاصل ہو جائے۔ پہلے اگر ایک شخص جاتا تھا جسے خدا تعالیٰ سے تعلق ہوتا تھا۔ تو اس کی جگہ کئی اور پیدا ہو جاتے تھے بجائے اس کے کہ تم یہ کہو کہ اب ایسا کوئی شخص نہیں۔ جس کا تعلق خدا تعالیٰ سے ہو۔ یا جسے الہام ہوتا ہو۔ تم خود کوشش کرو کہ اگر ایک ایسا شخص مر جائے۔ تو ۲۰ ایسے آدمی پیدا ہو جائیں۔ اور اگر ۲ آدمی مر جائیں۔ تو ۲۰۰ اور ایسے آدمی پیدا ہو جائیں۔ اگر ۲۰۰ آدمی مر جائیں تو ۲۰ ہزار اور ایسے آدمی پیدا ہو جائیں۔ یہ چیز ہے جو تمہارے حوصلوں کو بڑھائے گی۔ اور دنیا کو مایوس کر دینے والی ہوگی۔ دنیا مادی سہاروں کی طرف دیکھتی ہے۔ اگر ہزاروں لوگ ایسے پیدا ہو جائیں جو خدا تعالیٰ سے ہم کلام ہونے والے ہوں

خدا تعالیٰ کے نشانات

دیکھنے والے ہوں۔ خدا تعالیٰ پر یقین رکھنے والے ہوں۔ اور اس کا ظہور اپنی ذات میں محسوس کرنے والے ہوں۔ تو دوسرے لوگ خود بخود مایوس ہو جائیں گے۔ کیونکہ دوسرے لوگ قصے سناتے ہیں اور یہ لوگ آپ بیتی سنائیں گے۔ اور جگ بیتی آپ بیتی جیسی نہیں ہوتی۔ جب ہزاروں کی تعداد میں ایسے لوگ پیدا ہو جائیں گے۔ جن کا خدا تعالیٰ سے تعلق ہوگا۔ تو جگ بیتی بھاگ جائے گی اور آپ بیتی غالب آ جائے گی۔ کیونکہ سُنی سنائی بات دیکھی ہوئی بات پر غالب نہیں آ سکتی

خطبہ جمعہ سے قبل حضور نے مسماۃ امۃ الرشید صاحبہ بنت مستری نذیر محمد صاحب کے

نکاح کا اعلان

میر نور احمد صاحب تالپور ابن میر مرید احمد صاحب تالپور کراچی کے ساتھ بعوض پندرہ صد روپیہ مہر کرتے ہوئے فرمایا۔

لوگ حیران ہوں گے کہ جمعہ کے دن یہ اعلان کیوں کیا جا رہا ہے۔ حالانکہ اخبار میں بار بار اعلان کیا گیا ہے۔ کہ

جمعہ کے دن نکاح کا اعلان

نہیں کیا جائے گا۔ سو انہیں یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کی مجلس میں جو لوگ بیٹھے ہوتے تھے۔ جب آپ کی طبیعت ناساز ہوتی۔ تو آپ فرما دیتے۔ اب احباب تشریف لے جائیں۔ اس پر کچھ لوگ تو چلے جاتے اور کچھ وہیں بیٹھے رہتے پھر جب آپ زیادہ تکلیف محسوس کرتے تو آپ فرماتے اب احباب تشریف لے جائیں۔ اس پر کچھ اور لوگ چلے جاتے اور کچھ وہیں بیٹھے رہتے پھر تھوڑی دیر کے بعد جب آپ کی طبیعت زیادہ تنگ پڑ جاتی تو آپ فرماتے اب نمبردار بھی چلے جائیں۔ پس بعض لوگ اپنے آپ کو نمبردار سمجھتے ہیں اس لئے وہ نہیں

قانون کا احترام

نہیں ہوتا۔ انہیں قانون کی پابندی کرنا ناگوار گذرتا ہے اور وہ کہتے ہیں۔ کہ ہماری خاطر قانون ضرور توڑ دیا جائے مجھے بعض دفعہ شرم آ جاتی ہے۔ اس لئے میں بعض اوقات جمعہ کے دن خطبہ نکاح پڑھ دیتا ہوں بعض لوگ جمعہ کے دن احتیاطاً نماز ظہر بھی پڑھ لیا کرتے ہیں اسی طرح میرا یہ خطبہ بھی احتیاطی خطبہ ہے۔ جو جمعہ کے اندر پڑھ رہا ہوں۔ اس لئے کہ مجھے خط لکھا گیا تھا۔ کہ دونوں فریق کو صرف ایک دن کی چھٹی ہے اس لئے آج جمعہ کے موقعہ پر ضرور خطبہ نکاح کر دیا جائے۔ مگر بعد میں معلوم ہوا کہ لڑکی والوں نے جھوٹ بولا لڑکا کراچی سے آیا ہی نہ تھا پس اسکی چھٹی کا سوال ہی نہ تھا۔ اس نے

روزنامہ الفضل لاہور
مورخہ ۸ رجولائی ۵۲ء

جماعت احمدیہ کوئی سیاسی منصوبہ نہیں رکھتی

گذشتہ اشاعت میں ہم نے روزنامہ آفاق کے مقالہ میں مندرجہ باتوں کا بالترتیب مجملاً جواب عرض کرکے واضح کردیا تھا۔ کہ جو الزامات ادارہ آفاق نے جماعت احمدیہ پر لگائے ہیں۔ وہ قطعاً امتیازی اور ایسے نہیں ہیں۔ کہ جن کی بناء پر کسی گروہ کو سوادِ اعظم سے علیحدہ قرار دیا جاسکے۔ یہ ایسی باتیں ہیں۔ جو دوسرے مسلمان کہلانے والے گروہوں میں بھی اسی طرح پائی جاتی ہیں۔ جس طرح جماعت احمدیہ میں۔ اگر دوسری جماعتوں کی تنظیم کسی قدر ڈھیلی ہے۔ تو یہ جماعت احمدیہ کا قصور نہیں۔ بلکہ خود ان گروہوں کی بے یقینی پر دال ہے۔ یہ بات ہر گروہ میں پائی جاتی ہے۔ کہ اس کے کچھ افراد اپنی جماعت کے لائحۂ عمل کے پوری طرح پابند نہیں ہوتے۔ کسی میں کم کسی میں زیادہ۔ خود جماعت احمدیہ میں بھی ایسے افراد ہیں۔ جو اسی قسم میں داخل ہیں۔ البتہ یہ درست ہے۔ کہ جماعت احمدیہ کے افراد دوسروں سے کچھ زیادہ تنظیم کے پابند ہیں۔ لیکن یہ تنظیم نہ تو کسی دوسرے گروہ کے خلاف ہے۔ اور نہ حکومت کے خلاف جماعت احمدیہ سراسر ایک دینی جماعت ہے۔ اس کو سیاسیات سے بطور ایک سیاسی پارٹی کے کوئی تعلق واسطہ نہیں۔ اور اس لحاظ سے دوسری مسلم کہلانے والی جماعتوں کی نسبت حکومت اور سوسائٹی کے لئے بہت بے ضرر ہے۔

جماعت احمدیہ کی تنظیم صرف ایک غرض کے لئے ہے۔ اور وہ ہے تبلیغ اسلام۔ خواہ اندرون ملک ہو یا بیرون ملک۔ اس کے مدنظر ہرگز یہ نہیں ہے۔ کہ کسی ملک کی حکومت پر بالجبر تو کیا کسی سیاسی چال بازی سے بھی قبضہ جمالیا جائے۔ وہ اس بات کو اچھی طرح سمجھتی ہے۔ کہ کسی ملک میں آج کل کوئی پُرامن حکومت قائم نہیں ہوسکتی۔ جب تک ملک میں اس کے ہمخیالوں کی اتنی زیادہ اکثریت نہ ہو۔ کہ وہ اطمینان سے ملک کی بہبودی کے لئے کام کرسکے۔ اس لئے جماعت احمدیہ پر اتہام ہے۔ کہ وہ سرکاری محکموں پر تسلط کے منصوبے رکھتی ہے۔

اس کے علی الرغم بعض دوسری اسلامی کہلانے والی جماعتوں نے تو سیاسی قسم کی مسلم پارٹیاں بنائی ہوئی ہیں۔ اور وہ ہر وقت سمہ تن اس تگ و دو میں مصروف رہتی ہیں۔ کہ ان کا حکومت پر قبضہ ہو جائے۔ خواہ ان کی اکثریت ہو یا نہ ہو۔ شیعوں کا ایک بہت بڑا حصہ اور مودودی صاحب کی جماعت اسی قسم کی جدوجہد میں مشغول ہیں۔ شیعہ تو علی الاعلان جداگانہ نیابت کے مطالبات کر رہے ہیں۔ اور اس طرح خود اپنے آپ کو ایک اقلیت باور کرانے کے خواہشمند ہیں۔ اور مودودی صاحب تو اپنی جماعت سے باہر نکل نکل کر اسلامی حکومت کے نعرہ پر انتخابی چالبازیوں سے حکومت پر اپنا قبضہ جمانے کی لگاتار مہم جاری کئے ہوئے ہیں۔ اور صالحین کو برسرِ اقتدار لانے کے لئے غیر صالح ذرائع استعمال کرنے سے بھی پرہیز نہیں کرتے۔

تعجب ہے۔ کہ ایسی جماعتوں کو جو علی الاعلان اپنی ڈیڑھ اینٹ کی سیاسی مسجد بنائے ہوئے ہیں۔ ان پر تو کسی کی نظر نہیں پڑتی۔ اور جو جماعت مسلم لیگی حکومت کی ہر گام پر تائید کرتی ہے۔ اب خالص مسلم لیگی اخبارات بھی معلوم نہیں کس اصول کے ماتحت سو فی صدی مسلم لیگ کی حامی جماعت کے خلاف احراریوں کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔

عجب در عجب یہ کہ ایک طرف تو مسلم لیگی حکومت ہے۔ کہ جماعت احمدیہ کے خلاف ناحق "غوغا آرائی ہلڑ بازی۔ دشنام طرازی۔ ہنگامہ سازی بلوے کرنا۔ لوگوں کے منہ کالے کرکے انہیں گدھے پر سوار کرنا۔ انفرادی مبلغین کی جان پر حملے کرنا ایسی سب کی سب خلاف قانون اور منافی آئین حرکات کے لئے شورش پسندوں اور ان کے ہمنواؤں کو ماخوذ کر رہی ہے۔ اور دوسری طرف سو فی صدی مسلم لیگی اخبارات مثلاً آفاق زمیندار اور احسان جماعت احمدیہ کے خلاف عامۃ المسلمین میں بے سروپا احراری قسم کے بلکہ ان سے بھی کچھ زیادہ سخت مضامین شائع کرکے منافرت پھیلا رہے ہیں۔

معلوم نہیں کہ مسلم لیگی حکومت کے علی الرغم سو فی صدی مسلم لیگی اخبارات نے یہ "من چہ مے سرایم و طنبورہ من چہ مے سراید" والی روش کس مصلحت سے اختیار کر رکھی ہے۔ جو احراری جماعت کے پراپیگنڈے سے بھی کہیں سو فی صدی زیادہ وہی تاثر وسیع تر فضا میں پیدا کر رہی ہے۔ اس پر طرہ یہ کہ احراریوں سے بھی کہیں زیادہ سخت تر لہجہ اختیار کیا گیا ہے۔ ہم نہیں سمجھ سکے۔ کہ ملک میں امن قائم کرنے کا یہ عجیب و غریب نسخہ کس ہمہ گیر دماغ کی ایجاد ہے؟

کیا دنیا کے کسی ملک میں ایسا بھی کبھی ہوا ہے۔ کہ جس بد امنی کی فضاء کو دبانے کے لئے ملک میں پکڑ دھکڑ کی جارہی ہو۔ نیم سرکاری ترجمان اٹھ کر خود ہی پہلے سے بھی زیادہ وسیع تر پیمانے پر وہی حرکات شروع کردیں۔ جو وہ لوگ کر رہے تھے۔ جن کی حرکات پر قدغن لگایا گیا ہے۔

اگر ملک میں کوئی ان اخبارات کو سمجھانے والے ایسے عناصر ہیں۔ تو ان کی خدمت میں ہم عرض کرتے ہیں۔ کہ وہ فوراً اس ہولناک تر طریق کار کو ترک کرانے کی کوشش کریں۔ کیونکہ ایک مرنجاں مرنج کمزور جماعت کے خلاف ملک کے عوام میں اس طرح سے زہر چکانی تمام فضاء کو ہلاکت آفرین بنا دے گی۔ اگر پاکستان کے بہی خواہ یہ چاہتے ہیں۔ کہ ملک و قوم اس دہشتناک تباہی کے غار میں گرنے سے بچ جائیں۔ جس میں یہ اخبارات انہیں لے جارہے ہیں۔ تو انہیں فوراً آگے آنا چاہیئے۔

باقی رہی یہ بات کہ یہ اخبارات بھی "ختم نبوت" کے مسئلہ میں احمدی توضیحات سے سخت اختلاف رکھتے ہیں۔ تو ان کے لئے پُر امن اور ملک میں امن کی فضا قائم کرنے والا احسن ترین طریق یہ ہے۔ کہ وہ اس مسئلہ پر علمی بحث پر محمول مضامین لکھیں۔ اور ہم کو سمجھائیں۔ کہ ہم غلطی پر ہیں۔

ہم نہیں سمجھتے۔ کہ احراری لٹریچر سے جماعت احمدیہ کے لٹریچر کے محرف شدہ حوالہ جات اور نعرہ بازی کے افترائی ڈھونگ اپنا کر اور ان کو اس طرح وسیع تر فضاء میں بکھیر کر یہ معزز و موقر اخبارات ملک و قوم کی کیا خدمت سرانجام دے رہے ہیں۔ اس سے تو بہتر ہے۔ کہ وہ حکومت سے کہیں۔ کہ وہ احمدیوں کو بال بچوں سمیت ایک میدان میں کھڑا کرکے بارڈ مار دے۔ اس کے یہ معنی نہیں ہیں۔ کہ ہم ان مصائب سے ڈرتے ہیں۔ جو ایسی زہرناک فضا تیار کرنے کی وجہ سے ہم پر آئیں گے۔ جو یہ اخبارات تیار کر رہے ہیں۔ نہیں ہرگز نہیں۔ خدا کے فضل اور رحم سے ہم پر جو کچھ بھی ہوگا۔ برداشت کریں گے۔ البتہ ہم چاہتے ہیں۔ کہ ملک کا امن جو اس طرح زیادہ برباد کیا جارہا ہے۔ اور مفسد عناصر کو جو اس طرح شہہ مل رہی ہے۔ اس کو روکا جائے۔ اگر ہمیں بارڈ مار دینے سے ملک میں چین ہوسکتا ہے۔ تو ہم حاضر ہیں۔

احمدیوں کے خلاف جو کچھ احراری کر رہے ہیں۔ یہ اخبارات اس سے بھی دس بیس گنا زیادہ کر رہے ہیں۔ ملک میں امن قائم کرنے کا یہ انوکھا طریق عام سمجھ سے تو بہت بالا ہے۔ جو ان اخبارات نے اختیار کیا ہے۔ یہ حکومت کا اچھا ہاتھ بٹا رہے ہیں۔ کہ اسکی مشکلات کو اور بھی دس بیس گنا کیا سینکڑوں ہزاروں گنا زیادہ بڑھا رہے ہیں۔ جہاں دس احراری تھے۔ وہاں آبادی کی آبادی کو احراری بنایا جارہا ہے۔ اور دس اندھوں کی بجائے ہزاروں۔ لاکھوں اندھوں کے ہاتھوں میں لٹھ دیا جارہا ہے۔ کہ اس کو بے خطرہ ہو کر خوب گھماؤ۔

شاید یہ اخبارات علاج بالمثل کے قائل ہیں۔ اور احرار پن کا ٹیکہ لگا کر احراری پن کو ملک سے زائل کرنا چاہتے ہیں۔ مگر ہم انہیں بتائے دیتے ہیں۔ کہ آپ اس طریق علاج میں پرلے درجہ کا اناڑی پن دکھا رہے ہیں۔ اس طرح آپ نے ملک بھر میں الٹی احرار پن کی وبا پھیلا دی ہے۔ اس کا ذمہ دار کون ہوگا۔ حکومت یا یہ اخبارات؟ جب پانی سر سے گذر جائے گا۔ تو یہی اخبارات حکومت کو ملزم گردانیں گے۔ جیسا کہ ان کا طریق ہے۔ یعنی آگ خود لگانا اور حکومت کو کوسنا کہ وہ بجھانے کا کوئی انتظام نہیں کرتی ہے۔

ہم حیران ہیں کہ حکومت کیوں خاموش ہے۔؟

پنجاب میں اسلامی سیرت کا ٹھیٹھ نمونہ جماعت احمدیہ کی صورت میں ظاہر ہوا ہے (علامہ اقبال)

"میری رائے میں قومی سیرت کا وہ اسلوب جس کا سایہ عالمگیر ذات نے ڈالا ہے۔ ٹھیٹھ اسلامی سیرت کا نمونہ ہے۔ اور ہماری تعلیم کا مقصد ہونا چاہیئے۔ کہ اس نمونہ کو ترقی دی جائے۔ اور مسلمان ہر وقت اسے پیش نظر رکھیں۔ پنجاب میں اسلامی سیرت کا ٹھیٹھ نمونہ اس جماعت کی شکل میں ظاہر ہوا۔ جسے فرقۂ قادیانی کہتے ہیں۔"

(ملتِ بیضا پر ایک عمرانی نظر) لیکچر علی گڑھ ترجمہ ظفر علی خاں

بانی سلسلہ احمدیہ کے متعلق ڈاکٹر سر محمد اقبال کی رائے

"مرزا غلام احمد قادیانی زمانہ جدید کے سب سے بڑے دینی مفکر ہیں۔"

تاریخ سلسلہ سے تعلق رکھنے والے اوراق پارینہ کا مطالعہ

چھپن ۵٦ سال پہلے کی ۲ دو نہایت اہم اور نادر و نایاب تحریریں

(از مکرم ملک فضل حسین صاحب احمدی مہاجر)

(۲)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی کتاب حقیقۃ الوحی میں جلسہ اعظم مذاہب والے مضمون کے متعلق تحریر فرمایا ہے:۔

"ایک دفعہ ایک ہندو صاحب قادیان میں میرے پاس آئے ۔ ۔ ۔ ۔ اور کہا کہ میں ایک مذہبی جلسہ کرنا چاہتا ہوں۔ آپ بھی اپنے مذہب کی خوبیوں کے متعلق کچھ مضمون لکھیں تا اس جلسہ میں پڑھا جائے میں نے عذر کیا۔ پر اس نے بہت اصرار سے کہا کہ آپ ضرور لکھیں۔ چونکہ میں جانتا ہوں کہ میں اپنی ذاتی طاقت سے کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ بلکہ مجھ میں کوئی طاقت نہیں۔ میں بغیر خدا کے بلائے بول نہیں سکتا اور بغیر اس کے دکھائے کے کچھ دیکھ نہیں سکتا۔ اس لئے میں نے جناب الٰہی میں دعا کی کہ وہ مجھے ایسے مضمون کا القا کرے۔ جو اس مجمع کی تمام تقریروں پر غالب رہے۔ میں نے دعا کے بعد دیکھا کہ ایک قوت میرے اندر پھونک دی گئی ہے۔ میں نے اس قوت کی ایک حرکت اپنے اندر محسوس کی اور میرے دوست جو اس وقت حاضر تھے جانتے ہیں کہ میں نے اس مضمون کا کوئی مسودہ نہیں لکھا۔ جو کچھ لکھا صرف قلم برداشتہ لکھا تھا۔ اور ایسی تیزی اور جلدی سے میں لکھتا تھا کہ نقل کرنے والے کے لئے مشکل ہو گیا کہ اس قدر جلدی سے اس کی نقل لکھے۔ جب میں مضمون ختم کر چکا۔ تو خدا تعالےٰ کی طرف سے یہ الہام ہوا کہ مضمون بالا رہا خلاصہ کلام یہ کہ جب وہ مضمون اس مجمع میں پڑھا گیا تو اس کے پڑھنے کے وقت سامعین کے لئے ایک عالم وجد تھا اور ہر ایک طرف سے تحسین کی آواز تھی۔ یہاں تک کہ ایک ہندو صاحب جو صدر نشین اس مجمع کے تھے۔ ان کے منہ سے بھی بے اختیار نکل گیا کہ یہ مضمون تمام مضامین سے بالا رہا۔ اور سول اینڈ ملٹری گزٹ جو لاہور سے انگریزی میں ایک اخبار نکلتا ہے۔ اس نے بھی شہادت کے طور پر شائع کیا کہ یہ مضمون بالا رہا۔ اور شاید بیس کے قریب ایسے اردو اخبار بھی ہوں گے۔ جنہوں نے یہی شہادت دی۔ اور اس مجمع میں بجز متعصب لوگوں کے تمام زبانوں پر یہی تھا کہ یہی مضمون فتحیاب ہوا۔ اور آج تک صدہا آدمی ایسے موجود ہیں۔ جو یہی گواہی دے رہے ہیں۔ غرض ہر ایک فرقہ کی شہادت اور نیز انگریزی اخباروں کی شہادت سے میری پیشگوئی پوری ہو گئی کہ مضمون بالا رہا۔ یہ مقابلہ اس مقابلہ کی مانند تھا۔ جو موسیٰ کو ساحروں کے ساتھ کرنا پڑا تھا۔ کیونکہ اس مجمع میں مختلف خیالات کے آدمیوں نے اپنے اپنے مذہب کے متعلق تقریریں سنائی تھیں۔ جن میں سے بعض عیسائی تھے۔ اور بعض سناتن دھرم کے ہندو اور بعض آریہ سماج کے ہندو اور بعض برہمو اور بعض سکھ۔ اور بعض ہمارے مخالف مسلمان تھے۔ اور سب نے اپنی اپنی لاٹھیوں کے خیالی سانپ بنائے تھے لیکن جب خدا تعالےٰ نے میرے ہاتھ اسلامی راستی کا عصا ایک پاک اور پُر معارف تقریر کے پیرایہ میں ان کے مقابل پر چھوڑا تو وہ اژدہا بن کر سب کو نگل گیا۔ اور آج تک قوم میں میری اس تقریر کا تعریف کے ساتھ چرچا ہے۔ جو میرے منہ سے نکلی تھی۔ فالحمد علی ذالک"

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۷۸ و ۲۷۹)

اس مضمون کی تعریف، اس کی قبولیت اور دوسرے تمام مضامین سے بالا رہنے کے متعلق صدر جلسہ کے ریمارکس، اخبار سول اینڈ ملٹری گزٹ کا بیان تو سلسلہ کے لٹریچر میں پڑھنے کو مل جاتے ہیں۔ مگر حضور علیہ السلام کے فرمودہ ان "بیس" کے قریب ایسے اردو اخبارات" کا پتہ نہیں اس وقت مل سکا تھا "جنہوں نے یہی شہادت دی" کہ حضور علیہ السلام ہی کا مضمون باقی تمام مضامین سے بالا رہا اس میں شک نہیں کہ بڑے بوڑھے اور بعض بزرگ صحابہ سے متواتر یہ سنا گیا ہے کہ ان دنوں کافی اخباروں نے اس مضمون کی تعریف و توصیف میں دل کھول کر لکھا تھا۔ اگر ان اخبارات اور ان کے تعریفی مضامین کو افراد جماعت نے بروقت محفوظ کر لیا ہوتا۔ تو یہ چیز ہمارے لئے بڑی پر کیف اور ایمان کو تازگی بخشنے والی ہوتی۔

گو یہ واقعہ خاکسار کی پیدائش سے بھی پانچ چھ سال پہلے کا ہے مگر تاہم سال ہا سال سے بندہ اس ٹوہ میں لگا رہا کہ یہ بیس کے قریب اردو اخبارات اگر سب کے سب نہ بھی مل سکیں تو کم از کم چند ایک ہی مل جائیں مگر سالہا سال گذر جانے پر بھی اس میں کامیابی نہ ہوئی۔ مگر اسدفعہ رمضان المبارک کی ۲٦ یا ۲۷ تاریخ کو مولا کریم نے اپنا خاص فضل کیا۔ اور عاجز کی برسوں کی خواہش کو نوازتے ہوئے اس کی برسوں کی خواہش چشم زدن میں پوری کرکے دل میں ایک خاص سرور اور ایمان میں اور بھی تازگی بخشی۔

میں سمجھتا ہوں کہ یہ رمضان المبارک کی برکات میں سے ایک خاص برکت ہے۔ گو اس وقت بھی ان "بیس" یا چند" اخباروں کے اقتباس میسر نہیں آئے۔ مگر تاہم اردو کے ایک نامی گرامی اور بلند پایہ اخبار کا ایک السا اقتباس مل گیا ہے۔ جو برسوں کی تلاش جستجو اور محنت کا بہترین ثمرہ اور صلہ کہا جا سکتا ہے۔ احمدیہ لٹریچر کے واقف راولپنڈی کے مشہور اخبار "چودھویں صدی" کے نام سے ضرور واقف ہوں گے۔ اور انہیں اس کے ایڈیٹر قاضی سراج الدین احمد صاحب بیرسٹرایٹ لاء کے نام سے بھی آگاہی ہوگی۔ اور انہیں اسبات کا بھی علم ہوگا کہ یہ اخبار سلسلہ کے موافق نہ تھا۔ بلکہ عام طور پر اس میں جماعت احمدیہ کے خلاف ہی مضامین شائع ہوا کرتے تھے۔ ہاں ایسے مخالف اور کٹر مخالف کی عینی شہادت میسر آئی ہے۔ جو صرف پڑھنے ہی سے تعلق رکھتی ہے۔ اس میں شک نہیں۔ کہ اخبار سول ملٹری گزٹ[1] اور جلسہ اعظم کی رپورٹ لکھنے والوں کے بیانات بھی بذات خود بڑے دلکش ہیں۔ مگر یہ امر واقع ہے کہ اخبار چودھویں صدی کا مندرجہ ذیل بیان ہر دو بیانات سے کہیں بلند پایہ بہت زیادہ شاندار نہایت پر کیف ایمان افروز اور روح کو بالیدگی بخشنے والا ہے۔ اگر یہ باور نہ ہو تو باری باری سبھی پڑھ جائیں۔ خود ہی اندازہ ہو جائے گا۔ جلسہ اعظم کی رپورٹ کا ایک اقتباس دیا جاتا ہے

رپورٹ جلسہ اعظم مذاہب میں صدر جلسہ کے ریمارکس

پنڈت گوردھن داس صاحب کی تقریر کے بعد نصف گھنٹہ کا وقفہ تھا۔ لیکن بعد از وقفہ ایک نامی وکیل اسلام کی طرف سے تقریر کا پیش ہونا تھا۔ اس لئے شائقین نے اپنی اپنی جگہ کو نہ چھوڑا ڈیڑھ بجنے میں ابھی بہت سا وقت رہتا تھا کہ اسلامیہ کالج کا وسیع مکان جلد جلد بھرنے لگا اور چند ہی منٹوں میں تمام مکان پُر ہو گیا۔ اس وقت کوئی سات اور آٹھ ہزار کے درمیان مجمع تھا۔ مختلف مذاہب و ملل، اور مختلف سوسائیٹیوں کے معتدبہ اور ذی علم آدمی موجود تھے۔ اگرچہ کرسیاں اور میزیں اور فرش نہایت ہی وسعت کے ساتھ مہیا کیا گیا۔ لیکن صدہا آدمیوں کو کھڑا ہونے کے سوا کچھ بن نہ پڑا۔ اور ان کھڑے ہوئے شائقینوں میں بڑے بڑے رؤسا عمائد پنجاب، علماء فضلاء بیرسٹر وکیل پروفیسر اکسٹرا اسسٹنٹ ڈاکٹر غرض کہ اعلےٰ طبقہ کی مختلف برانچوں کے ہر قسم کے آدمی موجود تھے۔ نہایت صبر و تحمل کے ساتھ جوش سے برابر چار پانچ گھنٹے اس وقت ایک ٹانگ پر کھڑا رہنا پڑا۔ اس مضمون کے لئے اگرچہ کمیٹی کی طرف سے صرف دو گھنٹے ہی تھے۔ لیکن حاضرین جلسہ کو عام طور پر اس سے کچھ ایسی دلچسپی پیدا ہو گئی۔ کہ موڈریٹر صاحبان نے نہایت جوش اور خوشی کے ساتھ اجازت دی کہ جب تک یہ مضمون ختم نہ ہو تب تک کارروائی جلسہ کو ختم نہ کیا جاوے۔ ان کا ایسا فرمانا عین اہل جلسہ اور حاضرین جلسہ کی منشاء کے مطابق تھا۔ کیونکہ جب وقت مقررہ کے گذرنے پر مولوی ابو یوسف مبارک علی صاحب نے اپنا وقت بھی اس مضمون کے ختم ہونے کے لئے دیدیا تو حاضرین اور موڈریٹر صاحبان نے ایک نعرہ خوشی سے مولوی صاحب کا شکریہ ادا کیا۔ یہ مضمون شروع سے اخیر تک یکساں دلچسپی و قبولیت اپنے ساتھ رکھتا تھا۔"

(رپورٹ جلسہ اعظم مذاہب صفحہ ۷۹)

اخبار سول اینڈ ملٹری گزٹ لاہور

"اس جلسہ میں سامعین کی دلی اور خاص دلچسپی مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے لیکچر کے ساتھ تھی۔ جو اسلام کی حفاظت اور حمایت کے کامل ماسٹر ہیں۔ اس لیکچر کے سننے کے واسطے دور و نزدیک سے لوگوں کا ایک جم غفیر جمع ہو رہا تھا۔ اور چونکہ مرزا صاحب خود تشریف نہیں لا سکے تھے اس لئے یہ لیکچر ان کے ایک لائق شاگرد عبدالکریم سیالکوٹی نے پڑھ کر سنایا۔ ۲۷ دسمبر کو یہ لیکچر ۳½ گھنٹے تک ہوتا رہا۔ اور عوام الناس نے نہایت خوشی اور توجہ سے اس کو سنا۔ لیکن ابھی صرف ایک سوال ختم ہوا تھا۔ مولوی عبدالکریم نے وعدہ کیا۔ کہ اگر وقت ملا۔ تو باقی کا بھی سنا دونگا۔ اس لئے ایگزیکٹو کمیٹی اور پریذیڈنٹ نے تجویز کر لی کہ ۲۹ تاریخ کا دن بھی بڑھا دیا جائے۔"

ان کے بعد اب اخبار چودھویں صدی کی عینی شہادت بھی ملاحظہ ہو۔

اخبار چودھویں صدی راولپنڈی کی چشم دید شہادت

ان لیکچروں میں سب سے عمدہ اور بہترین لیکچر جو جلسہ کی روح رواں تھا۔ مرزا غلام احمد قادیانی کا لیکچر تھا۔ جس کو مشہور فصیح البیان مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی نے نہایت خوبی و خوش اسلوبی سے پڑھا۔ یہ لیکچر دو دن میں تمام ہوا۔ ۲۷ دسمبر کو قریباً ۴ گھنٹے اور ۲۹ کو ۲ گھنٹہ تک ہوتا رہا۔ کل چھ گھنٹے میں یہ لیکچر تمام ہوا۔ جو حجم میں ۱۰۰ صفحے کلاں تک ہوگا۔ غرض کہ مولوی عبدالکریم صاحب نے یہ لیکچر شروع کیا اور کیسا شروع کیا کہ تمام سامعین لٹو ہو گئے۔ فقرہ فقرہ پر صدائے آفرین و تحسین بلند تھی۔ اور بسا اوقات ایک ایک فقرہ کو دوبارہ پڑھنے کے لئے حاضرین کی طرف سے فرمائش کی جاتی تھی۔ عمر بھر ہمارے کانوں نے ایسا خوش آئند لیکچر نہیں سنا۔ دیگر مذاہب میں سے جتنے لوگوں نے لیکچر دیئے سچ تو یہ ہے کہ وہ

---

[1] اس سلسلہ میں اخبار ابزرور انگریزی کا نام بھی سننے میں آتا ہے۔ مگر تلاش کرنے پر بھی اس کا بیان ہم حاصل نہیں کر سکے صرف اتنا ہی معلوم ہوا ہے کہ اس نے اس مضمون کی تعریف کرتے ہوئے یہ کہا تھا کہ اس کا انگریزی میں بھی ترجمہ کرا دیا جائے۔

جلسہ کے مستفسرہ سوالوں کے جواب بھی نہیں تھے عموماً اسپیکر صرف چوتھے سوال پر ہی رہے۔ اور باقی سوالوں کو انہوں نے بہت ہی کم پیش کیا اور زیادہ تر اصحاب تو ایسے بھی تھے۔ جو بولتے تو بہت تھے۔ مگر اس میں جاندار بات ایک آدھ ہوتی تھی۔ تقریریں عموماً کمزور اور سطحی خیالات کی تھیں بجز مرزا صاحب کے لیکچر کے جو ان سوالات کا علیحدہ علیحدہ اور مفصل و مکمل جواب تھا۔ اور جس کو حاضرین جلسہ نے نہایت ہی توجہ اور دلچسپی سے سنا اور بڑا بیش قیمت اور عالی قدر خیال کیا۔ ہم مرزا صاحب کے مرید نہیں ہیں اور نہ ان سے ہم کوئی تعلق ہے۔ لیکن انصاف کا خون ہم کبھی نہیں کر سکتے اور نہ کوئی سلیم الفطرت اور صحیح کانشنس اس کو روا رکھ سکتا ہے۔ مرزا صاحب نے کل سوالوں کے جواب (جیسا کہ مناسب تھا) قرآن شریف سے دیئے اور تمام بڑے بڑے اصول و فروع اسلام کو دلائل عقلیہ اور براہین فلسفہ کے ساتھ بہترین اور مزین کیا پہلے عقلی دلائل سے الٰہیات کے مسئلہ کو ثابت کرنا اور اس کے بعد کلام الٰہی کو بطور حوالہ پڑھنا ایک عجیب شان دکھاتا تھا۔ مرزا صاحب نے نہ صرف مسائل قرآن کی فلاسفی بیان کی بلکہ الفاظ قرآنی کی فلالوجی اور فلاسوفی بھی ساتھ ساتھ بیان کردی۔ غرض کہ مرزا صاحب کا لیکچر بحیثیت مجموعی ایک مکمل اور حاوی لیکچر تھا۔ جس میں بے شمار معارف و حقائق و حکم و اسرار کے موتی چمک رہے تھے۔ اور فلسفہ الٰہیہ کو ایسے ڈھنگ سے بیان کیا گیا تھا کہ تمام اہل مذاہب ششدر ہو گئے تھے۔ کسی شخص کے لیکچر کے وقت اتنے آدمی جمع نہیں تھے جتنے کہ مرزا صاحب کے لیکچر کے وقت۔ تمام ہال اوپر نیچے سے بھر رہا تھا۔ اور سامعین ہمہ تن گوش ہو رہے تھے۔ مرزا صاحب کے لیکچر کے وقت اور دیگر اسپیکروں کے لیکچروں کے امتیاز کے لئے اس قدر کہنا کافی ہے۔ کہ مرزا صاحب نے لیکچر کے وقت خلقت اس طرح آ گری جیسے شہد پر مکھیاں۔ مگر دوسرے لیکچروں کے وقت بوجہ بے لطفی بہت سے لوگ بیٹھے بیٹھے اٹھ جاتے تھے۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کا لیکچر بالکل معمولی تھا۔ وہی ملانی خیالات تھے۔ جن کو ہم لوگ ہر روز سنتے ہیں۔ اس میں کوئی عجیب و غریب بات نہ تھی اور مولوی صاحب موصوف کے دوسرے لیکچر کے وقت کئی شخص اٹھ کر چلے گئے تھے مولوی صاحب ممدوح کو اپنا لیکچر پورا کرنے کیلئے پریزیڈنٹ زائد کی اجازت (بھی) نہیں دی گئی تھی۔

(اخبار چودھویں صدی راولپنڈی یکم فروری ۱۸۹۷ء)

"آئینہ کمالات اسلام اور چشمہ معرفت کے متعلق اعلان

احباب کی اطلاع کے لئے لکھا جاتا ہے کہ مذکورہ بالا دونوں کتابوں کی طباعت ابھی تک مکمل نہیں ہوئی۔ مکمل ہونے پر اخبار الفضل میں اعلان کر دیا جائے گا۔ دو جن دوستوں نے رعایتی قیمت سے فائدہ اٹھا کر ان کے نسخے محفوظ کرا لئے ہیں ان کے تیار ہونے پر انہیں ان کی ہدایت کے مطابق بھیج دی جائے گی

ان کی طباعت کے مکمل ہونے تک دوسرے دوست بھی رعایتی قیمت سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں بشرطیکہ وہ قیمت پیشگی جمع کرا دیں۔ رعایتی قیمت آئینہ کمالات اسلام کی پانچ روپیہ اور چشمہ معرفت کی تین روپیہ ہے۔ اصل قیمت دونوں کی دس روپیہ ہوگی۔

انچارج تالیف و تصنیف صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ

"تذکرہ" کے متعلق ضروری اعلان

"تذکرہ" یعنی مجموعہ الہامات و کشوف و رؤیائے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دوبارہ چھپوانے کے لئے تیاری کی جا رہی ہے۔ اس لئے جن دوستوں کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کوئی ایسا الہام یا کشف یا رؤیا یاد ہو جو تذکرہ میں درج ہونے سے رہ گیا ہو تو وہ مع ثبوت بھجوا دیں۔ ممنون ہوں گا۔

انچارج تالیف و تصنیف صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ

دار الضیافت کے متعلق ضروری اطلاع

احباب کی آگاہی کے لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ مہمان خانہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی موجودہ عارضی جگہ سے مستقل جگہ پر نئی عمارت میں منتقل ہو گیا ہے جو کہ مسجد مبارک کے پاس چنیوٹ سے سرگودھا کو جانیوالی موٹر کی سڑک سے متصل واقع ہے۔

افسر لنگر خانہ ربوہ

بیرونی ممالک میں مساجد کی تعمیر کے لئے زمیندار احباب کے ذمہ دس ایکڑ سے زائد زمین کی صورت میں دو آنہ فی ایکڑ اور اس سے کم زمین کی صورت میں ایک آنہ فی ایکڑ چندہ تجویز کیا گیا ہے۔ کیا آپ نے اس شرح کے مطابق خانہ خدا کی تعمیر کے لئے چندہ ادا فرما دیا ہے۔

جن احباب کی قیمت اخبار ۱۰ اگست تک ختم ہے

وہ قیمت اخبار بذریعہ منی آرڈر بھجوا دیا کریں۔ وی۔ پی کا انتظار نہ کیا کریں۔ منی آرڈر کے ذریعہ رقم بھجوانے میں آپ کو بھی فائدہ ہے۔ اور اس سے دفتر کو بھی سہولت ہوتی ہے۔ وی۔ پی کا خرچ بھی بچ جاتا ہے۔ وی پی کی رقم دیر سے دفتر میں پہنچتی ہے۔ اور کئی دفعہ رقم پھنس جاتی ہے۔ پھر وصولی میں بہت مشکل پڑ جاتی ہے۔ منی آرڈر کے ذریعہ رقم جلد پہنچ جاتی ہے۔ اور اخبار باقاعدہ جاری رکھا جا سکتا ہے۔ (مینیجر الفضل)

ہمارے مشتہرین سے استفسار کرتے وقت الفضل کا حوالہ ضرور دیا کریں!

درخواست دعا: میرے نانا جان قبلہ چوہدری نیاز محمد صاحب ریٹائرڈ انسپکٹر پولیس فالج اور دمہ کی وجہ سے بیمار ہیں۔ احباب صحت کاملہ و عاجلہ کے لئے دعا فرمائیں:۔

(قریشی فصیح الدین جمیل)

حضرت مصلح موعود کا ارشاد

اس وقت تلوار کے جہاد کی بجائے تبلیغ اسلام کا جہاد ہر مومن کا فرض ہے۔

اس لئے آپ اپنے علاقہ کے جن مسلم یا غیر مسلموں کو تبلیغ کرنا چاہتے ہوں۔ ان کے پتہ روانہ فرمائیے دیتہ خوشخط ہو، ہم ان کو مناسب لٹریچر روانہ کر دیں گے۔

عبد اللہ الہ دین سکندرآباد دکن

ظفر اللہ خان عالم اسلام کی محبوب ترین شخصیت ہے

ہمارے متدین وزیر خارجہ کے متعلق مشہور مصری اخبار کا اعلان

قاہرہ کے مشہور اخبار جدیدہ "آخر ساعۃ" نے لکھا ہے:-

"لقد فرض السید ظفر اللہ شخصیتہ علی السیاسۃ الدولیۃ مما دعا مندوب امریکا وارین اوستن الی ان یقول عنہ "انہ من اعظم السیاسیین فھو دائما یراعی العدالۃ والانصاف سواء فی خطبہ العامۃ او فی احادیثہ الخاصۃ

ومظھر السید ظفر اللہ خان مھیب یبعث علی الاحترام فھو یبلغ من العمر ۵۸ سنۃ الا انہ یبدو اکبر من ذلک ویطلق لحیۃ قصیرۃ مدببۃ وخطھا المشیب ویرتدی طربوشا احمر قانیا وھو رجل متدین یؤدی الصلاۃ فی اوقاتھا حتی ولو کان فی الطائرۃ وقد اصبح اداؤہ للصلاۃ فی ابھاء الامم المتحدۃ امرا مالوفا لدی سائر الوفود وفی الدورۃ الاخیرۃ کان قد خصص لہ فی قصر شایو مکانا للصلاۃ -

وھو لا یذوق الخمر مطلقا... ولھذا فان غالبیۃ اعضاء الوفود العربیۃ والشرقیۃ تمتنع عن شربھا فی حضرتہ اکبارا لہ واحتراما لمشاعرہ وقد حدث فی احدی حفلات الامم المتحدۃ ان اخفی السید نصرۃ اللہ انتظام رئیس وفد ایران کاسہ عند دخول ظفر اللہ خان۔"

ترجمہ:- ظفر اللہ خان نے سیاست عالمیہ میں اپنی شخصیت کو منوالیا ہے۔ اسی وجہ سے وارن آسٹن امریکی مندوب کو کہنا پڑا کہ ظفر اللہ خان عظیم الشان سیاستدان ہے۔ اور ہمیشہ اپنی تقاریر میں اور عام گفتگو میں بھی عدالت اور انصاف کو ملحوظ رکھتا ہے"۔

جناب ظفر اللہ خان کی شخصیت نہایت پُر رعب اور واجب الاحترام ہے۔ ان کی عمر ۵۸ سال ہے مگر بظاہر اس سے زیادہ عمر کے معلوم ہوتے ہیں۔ ان کی گول بھرپور چھوٹی داڑھی ہے جس میں سفید بال پائے جاتے ہیں۔ وہ سُرخ رنگ کی ترکی ٹوپی پہنتے ہیں۔ ظفر اللہ خان نہایت متدین انسان ہے۔ ہر نماز اپنے وقت پر ادا کرتا ہے خواہ وہ ہوائی جہاز میں ہو۔ اقوام متحدہ کے کمروں میں ان کا باقاعدہ اور بروقت نماز پڑھنا سب وفود کو معلوم ہے اقوام متحدہ کے آخری اجلاس میں پیرس میں ان کی نماز کے لئے جگہ مخصوص کر دی گئی تھی۔ ظفر اللہ خان شراب نوشی سے کلی پرہیز کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے عربی اور مشرقی وفود کی اکثریت بھی ان کی عزت اور ان کے جذبات کے احترام کی خاطر ان کی موجودگی میں شراب پینے سے اجتناب کرتی ہے ایک دفعہ امم متحدہ کی ایک دعوت کے موقع پر ایرانی وفد کے لیڈر نصر اللہ انتظام نے ظفر اللہ خان کے وہاں آجانے کی وجہ سے اپنا شراب کا گلاس چھپا دیا تھا"۔

مصر کو مزید جہازوں کی ضرورت

قاہرہ ۷ رجولائی۔ مصر کے تجارتی بیڑے کی کمزور حالت پر یہاں تشویش محسوس کی جا رہی ہے۔ مصر کے پاس ۸۵۰۰۰ ہزار ٹن کے صرف ۲۵ جہاز ہیں۔ اس کے مقابلہ میں اسرائیل کی نئی حکومت کے پاس ۱۵۰۰۰۰ ٹن کے ۵۸ جہاز موجود ہیں۔ بحیرہ روم کے دیگر ممالک بھی اس معاملہ میں مصر سے بہت آگے ہیں۔ مصر کی وزارت تجارت ٭

٭ وزارت صنعت نے وضاحت کی ہے۔ کہ اگر مصر کے پاس اپنے جہاز موجود ہوں۔ تو ہم اپنی برآمدات خود دیگر ممالک میں پہنچا سکتے ہیں۔ اور زیادہ آسانی کے ساتھ فاضل زرعی اور صنعتی پیداوار کو فروخت کر سکتے ہیں۔ (استقلال)

طہران ۷ رجولائی۔ آج ایرانی سینٹ نے ڈاکٹر مصدق کی تقرری کی سفارش شاہ ایران کو بھیج دی ہے۔

غذائی کانفرنس

لاہور ۷ رجولائی۔ معلوم ہوا ہے کہ آئندہ بدھ کو مری میں پنجاب کے غذائی حالات پر غور کرنے کے لئے ایک کانفرنس منعقد ہو رہی ہے۔ اس کانفرنس کی صدارت پنجاب کے گورنر ہز ایکسی لینسی اسمٰعیل ابراہیم چندریگر کریں گے۔ پنجاب کے وزیر اعلیٰ میاں ممتاز دولتانہ اور وزیر خوراک صوفی عبدالحمید بھی اس کانفرنس میں شرکت کریں گے۔

مفتی مصر ہمارے اندرونی معاملات میں بے جا مداخلت کا مرتکب ہوا ہے

اسے ہمارے ملک اور ہمارے وزیر خارجہ سے غیر مشروط معافی مانگنی چاہیئے

روزنامہ "ڈان" کی طرف سے مفتی مصر کے غیر ذمہ دارانہ رویہ کی مذمت

قاہرہ یکم جولائی۔ (بذریعہ ہوائی ڈاک) روزنامہ ڈان کراچی کا نامہ نگار خصوصی مقیم قاہرہ رقمطراز ہے:- ایک ہفتہ قبل مفتی مصر شیخ حسنین محمد مخلوف سے ایک ایسی "احمقانہ غلطی سرزد ہوئی ہے کہ وہ مصر کے قائدین اور وہاں کے پریس کی طرف سے ہدف ملامت بنا ہوا ہے۔ حتیٰ کہ ۲۳ رجون کے "الاخبار الجدیدۃ" میں شائع شدہ ایک خبر کے مطابق وہاں اب اس امر پر غور کیا جا رہا ہے۔ کہ "مفتی مصر" کا عہدہ ہی ختم کر دیا جائے۔

"۲۲ رجون کے "الاخبار الجدیدہ" میں مفتی کی طرف سے ایک نام نہاد فتویٰ شائع ہوا۔ جس میں اس نے "قادیانی فرقے" کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے پاکستان کے وزیر خارجہ پر بھی نامناسب حملے کئے۔ اس فتوے کی اشاعت پر مفتی کے خلاف اس قدر غیظ و غضب کا اظہار کیا گیا۔ کہ اسے چوبیس گھنٹے کے اندر اندر اپنے سابقہ فتویٰ کی وضاحت کرنا پڑی۔ اس نے یہ کہہ کر پیچھا چھڑانا چاہا۔ کہ میرا بیان سیاسی نوعیت کا نہیں تھا۔" (ڈان ۲ رجولائی ۱۹۵۲ء)

اس سلسلے میں نامور مصری قائدین کے بیانات اور مصری اخبارات کے تبصرے انشاء اللہ کل کی اشاعت میں شائع کئے جائیں گے۔ مفتی مصر کے اس قابل اعتراض فعل پر روزنامہ ڈان کراچی نے جو اداریہ شائع کیا ہے۔ آج اس کا ترجمہ ہدیہ ناظرین کیا جا رہا ہے:-

"آج کے پرچہ میں ہم نے ایک اور جگہ نامہ نگار خصوصی مقیم قاہرہ کا ایک اہم مراسلہ شائع کیا ہے۔ مفتی مصر کی عجیب و غریب روش کے متعلق اڑتی اڑاتی خبر ہمارے کانوں میں بھی پڑی تھی۔ لیکن چونکہ تمام واقعات کا ہمیں علم نہ تھا۔ اس لئے ہم نے نہ اس خبر کو شائع کیا۔ اور نہ ہی مفتی کی اس غلطی پر کوئی تبصرہ مناسب سمجھا۔ جیسا کہ ہمارے قارئین خود محسوس کریں گے۔ شیخ حسنین محمد مخلوف جو اس وقت مفتی مصر کے منصب پر فائز ہے۔ ایک کوتاہ فہم اور کم عقل انسان ہے۔ اور عام اخلاقی رواداری سے بھی عاری ہے۔ ایک ایسے معاملے میں خواہ مخواہ ٹانگ اڑانے پر جس سے مفتی کا کوئی تعلق نہ تھا۔ اس کے اپنے ہموطنوں نے اس پر بہت لعنت ملامت کی ہے۔ ہم اس لعن طعن کو ہی کافی خیال کرتے ہوئے معاملے کو اسی پر ختم کر دیتے لیکن ایسی وجوہ موجود ہیں کہ جن کی بناء پر اس انتہائی ناخوشگوار واقعہ کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ جب مفتی کو اس کی غلطی سے آگاہ کیا گیا۔ تو اس نے ہوا باگ ایسا رویہ اختیار نہیں کیا۔ جو ایک شریف آدمی کو کرنا چاہیئے تھا۔ اور پھر وہ اپنی غلط روش پر نا حال قائم ہے۔ جب ۲۲ جون کے "الاخبار الجدید" میں اس کا شرمناک فتوےٰ شائع ہو چکا تو بعد میں اس نے اپنے آپ کو اعتراضات کی بوچھاڑ سے بچانے کے لئے دو اور بیانات دیئے۔ حالانکہ اس نے اپنے آپ کو جس پوزیشن میں ڈال دیا تھا۔ وہ سراسر ناقابل مدافعت تھی لیکن ان دونوں بیانوں میں سے کسی ایک میں بھی اس نے پاکستان یا اس کے وزیر خارجہ سے معذرت کا کوئی اظہار نہیں کیا۔ درآنحالیکہ وہ ہر دو کی گستاخی کا مرتکب ہوا تھا۔ مفتی مصر کا یہ کہنا اپنے اندر کوئی وزن نہیں رکھتا۔ کہ اس نے محض اپنی "ذاتی رائے" کا اظہار کیا ہے۔ دوسرے ملکوں کے لوگوں کی نگاہ میں "ذاتی رائے" کا سہارا بے معنی ہے۔ اور یہ عذر ایسا نہیں ہے۔ کہ اسے قبول کیا جا سکے۔ اسے ہمارے ملک اور ہمارے وزیر خارجہ سے غیر مشروط معافی مانگنی چاہیئے۔ ہمیں امید ہے کہ یہ عالی مرتبت مفتی ہر دو سے معافی مانگ کر اپنے آپ کو نہ صرف انسان بلکہ ایک شریف انسان ثابت کر دکھائے گا۔ دوسری بات یہ ہے کہ "مفتی مصر" ایک سرکاری لقب معلوم ہوتا ہے۔ اور اس لقب کے حامل کو حکومت مصر کی طرف سے باقاعدہ تنخواہ ملتی ہے۔ ایسی صورت میں جب کہ ایک سرکاری منصب دار حدود سے تجاوز کرتے ہوئے علی الاعلان ایک اور آزاد مملکت کے اندرونی معاملات میں دخل اندازی کا مرتکب ہوتا ہے تو حکومت مصر بھی ملوث ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی۔ مصر کے نامور قائدین اور پریس نے مفتی مصر کی ۴

۴ اس نازیبا حرکت پر انہوں نے جس درجہ نفرت کا اظہار کیا ہے وہ اہل پاکستان کے لئے ایک گونہ تسلی کا باعث ہے۔ لیکن ابھی اس امر کی ضرورت ہے کہ اس بارے میں حکومت مصر پر جو ذمہ داری عائد ہوتی ہے اسے وہ کما حقہ ادا کرے۔ تاکہ یہ معاملہ خوش اسلوبی سے طے پا جائے۔ ہم امید رکھتے ہیں کہ اس سلسلے میں ہمارا امور خارجہ کا دفتر ایسے اقدامات عمل میں لائے گا۔ جو دونوں ہمملکتوں کے دوستانہ تعلقات کے شایان شان ہوں گے۔ روزنامہ ڈان ۲ رجولائی ۵۲ء)